جناب محمد حفیظ اللہ پھلواروی

سندھ اور ملتان کی اسلامی حکومتوں کے عہد میں علوم و فنون کی ترقی

اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد (۸۶ھ تا ۹۶ھ مطابق ۷۰۵ء تا ۷۱۳ء) میں محمد بن قاسم ثقفی نے ۹۳ھ مطابق ۷۱۲ء میں دیبل پر حملہ کیا اور تین سال کے اندر سندھ اور ملتان کی ہندو حکومت کا تختہ الٹ کر برصغیر پاک و ہند میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی اور ایک مستقل گورنر کے ذریعہ سندھ پر حکومت کی جانے لگی۔

دیبل اس وقت ایک مشہور بندرگاہ اور انتجارتی مرکز تھا۔ مورخ بلاذری (متوفی ۲۷۹ھ) کے بیان کے مطابق محمد بن قاسم نے مشہور قصبوں اور شہروں میں مساجد تعمیر کرائیں۔ انھی مسجدوں میں مسلمان بچوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔

دیبل اور ملتان بہت جلد اسلامی علوم کے مرکز بن گئے۔ یہاں بڑے بڑے محدثین اور ادیب پیدا ہوئے۔ ہر شہر یا چھاؤنی میں جہاں مسلمانوں کی کوئی جمعیت متعین کی جاتی تھی، ایک جامع مسجد سرکار کی طرف سے تعمیر کر دی جاتی۔ موقع بہ موقع اُمرائے عرب بھی مسجدیں بنواتے اور ان کے مصارف کے واسطے بڑی بڑی جاگیریں وقف کر دی جاتی تھیں۔ ان کی آمدنی سے نہ صرف مساجد کی مرمت اور عام نگہداشت کا کام لیا جاتا تھا

بلکہ اس کا زیادہ حصہ علماء اور طلبہ کے وظائف یا مسافروں کی مہمانی پر خرچ ہوتا تھا کیونکہ اس زمانے میں ہر مسجد مستقل طور پر درس گاہ کا کام دیتی تھی اور اس میں طلبہ کا ہجوم رہتا تھا ۔ ۵۱

محمد بن قاسم کے بعد عربوں کی فتوحات کا سلسلہ بند ہو گیا ۔ اس کے ساتھ مسلمانوں کی تہذیب سندھ میں پہنچی اور اس نے ملتان تک اپنی برکتیں پھیلائیں ۔

موجودہ دور کے مورخ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی فرماتے ہیں :

"سندھ کے ملک نے علم و فضل اور تہذیب و تمدن میں یہاں تک ترقی کی کہ اس کی شعاعیں بنگال اور تبت پر پڑنے لگیں اور علم و عمل کی قدردانی نے ہندوستان کے باکمالوں کو عزت کے ساتھ بغداد تک پہنچا دیا" ۵۲

اسی سلسلہ میں مولانا سعید احمد تحریر فرماتے ہیں :

"امیر محمد بن قاسم نے پہلی ہجری کے اواخر میں صحرائے میں جو پودا لگایا تھا اس کی شاخیں ملتان تک ہی دراز ہو کر رہ گئیں ۔ اور باہمی نااتفاقی اور ناانصافی کی بادِ سموم نے اسے بھی آخر کار خشک کر دیا ۔ البتہ درۂ خیبر کے راستہ سے اسلام کا جو چشمۂ فیض ہندوستان میں داخل ہوا اس نے دُور دُور تک کے علاقوں کو سیراب کیا اور تقریباً آٹھ سو سال تک اس کے اثرات قائم رہے"۔

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں : ۵۳

"پاکستان کے روحانی ترکہ میں سندھ کا کافی حصہ ہے مگر اس برصغیر میں اسلام دراصل شمالی اور مغربی گھاٹیوں یعنی افغانستان اور ایران سے آیا ۔ اس کی ابتدا تو سلطان محمود غزنوی کے حملوں سے ہوئی مگر مسلم مبلغین، اولیاء اللہ اور مفکرین کی آمد سلطان شہاب الدین کے قبضہ دہلی کے بعد سے شروع ہوئی"

---

۵۱ تاریخ ہند کتاب دوم از سید ہاشم فرید آبادی

۵۲ آئینہ حقیقت نما جلد اول صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ ۱۹۲۶ء ۵۳ ثقافت پاکستان صفحہ ۲۹۷

خلیفہ ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ) کی طرف سے حکم بن عوانہ کلبی ۱۱۰ھ میں سندھ کا امیر بن کر آیا تو اس نے ۱۱۳ھ میں سمندر کے قریب ایک نئے شہر کی بنا ڈالی اور اس کا نام "محفوظہ" رکھا۔ پھر ۱۲۰ھ میں ایک دوسرے شہر کی بنا ڈالی گئی جس کا نام "منصورہ" رکھا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ شہر بھی اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کا گہوارہ بن گیا۔ نامور علماء، ادباء اور شعراء نے بغداد سے آکر یہاں سکونت اختیار کی۔ بشاری کے بیان کے مطابق یہاں اہل علم کی کثرت تھی۔

آخر میں منصورہ اسلامی حکومت کا پایہ تخت بنا۔ اور تقریباً تین سو سال تک رہا۔ یہاں بڑے بڑے مدارس قائم ہوئے جہاں اس عہد کے مشہور علماء و فضلاء درس دیتے تھے۔ ان مدارس میں قاضی ابو محمد منصوری کا مدرسہ بہت مشہور تھا جس میں وہ خود بھی درس دیتے تھے۔

منصورہ میں حدیث کی درس تدریس کا بہت چرچا تھا۔ اس شہر کی علمی شہرت سن کر اسلامی ممالک عرب، عراق اور شام کے اکثر علماء یہاں آکر مقیم ہوگئے تھے، جن سے سندھ کے لوگ مستفیض ہوتے رہے۔ ان میں بغداد کے مشہور عالم قاضی محمد بن ابوالشوارب کا نام قابل ذکر ہے جو ۲۸۲ھ میں منصورہ کے قاضی بن کر آئے۔ یہاں آپ نے زیادہ وقت درس تدریس میں صرف کیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے علی بن محمد یہاں کے قاضی مقرر ہوئے۔

منصورہ کے قضاۃ میں شیخ ابوالعباس احمد بن محمد صالح منصوری سندھ کی جلیل القدر شخصیت بھی گزری ہے۔ آپ کی تصانیف میں کتاب المصباح، کتاب الہادی اور کتاب السیر مشہور ہیں۔ ابوعبداللہ بن جعفر المنصوری اپنے دور کے مشہور محدث تھے۔

غرفی الاغانی کے قول کے مطابق منصورہ نہ صرف دارالسلطنت تھا بلکہ علم و ادب کا گہوارہ بھی تھا۔ اور بشاری کے بیان کے مطابق علم اور تجارت کا مرکز تھا۔

شروع شروع میں مسلمانوں کے لیے سندھ اور ملتان اجنبی علاقے تھے۔ نیز انھیں یہاں اطمینان بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ پھر بھی انھوں نے ترویج تعلیم کا امکانی موقعہ ہاتھ

سے جانے نہ دیا اور وہ علوم وفنون کی اشاعت کرتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربی حکومتوں کے مستقل اثرات قائم ہو گئے۔ انھی نقوش پر محمود غزنوی اور دوسرے حکمرانوں نے مزید رنگ آمیزی کر کے ایک نئی جھلک پیدا کردی۔

دین کا علم مسلمانوں کی نظر میں سب سے محبوب اور ضروری علم ہے اور عربی حکومت کے زمانے میں سندھ میں بھی دیگر ممالک اسلامی کی مثل اس تعلیم کو نہایت فروغ تھا۔ شام وعراق کے نامور اساتذہ اور سند یافتہ علماء یہاں کے بڑے بڑے شہروں میں قرآن وحدیث کا درس دیتے تھے۔ اور اس میں فقہ، منطق، فلسفہ یا علم کلام اور صرف ونحو کی تعلیم دی جانے لگی تھی۔[1]

ابن حوقل جو چوتھی صدی ہجری کا مشہور سیاح ہے، بیان کرتا ہے کہ اس نے سندھ کے عربی مدارس کا زیادہ توجہ سے معاینہ کیا۔ وہ بتاتا ہے کہ ان میں عراق اور شام کے سند یافتہ علماء حدیث وفقہ کے ساتھ منطق وفلسفہ کی اعلیٰ تعلیم دیتے تھے۔

چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں مقدسی سندھ آیا وہ اپنے میں یہاں کے چند مشہور محدثین اور مصنفین کا تذکرہ کرتا ہے۔

ان فاضل سیاحوں کی کتابیں پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دو صدی کی عربی حکومت نے ملک سندھ کی حالت بدل دی تھی۔ اسلامی تمدن کا رنگ چڑھ رہا تھا۔[2]

غرض تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں سندھ میں علم حدیث کی اشاعت ہوتی رہی۔ وادئ سندھ پر مسلمانوں کی تقریباً گیارہ سو اکتیس برس تک حکومت قائم رہی[3] اس دوران میں تقریباً سو برس یہاں کی سرکاری زبان عربی رہی، پھر فارسی نے اس کی جگہ لی لیکن علوم اسلامی کی اشاعت ان زبانوں کے ذریعہ برابر ہوتی رہی۔

---

[1] تاریخ ہند کتاب دوم

[2] مسلمانان پاک و بھارت کی تاریخ جلد دوم صفحہ ۱۰۹، ۱۱۰

[3] ۷۱۲ء سے لے کر ۱۸۴۳ء تک سید ہاشم فرید آبادی

مسلمان جب سندھ میں آئے تو اپنے ساتھ عربی زبان اور عربی تمدن لیتے آئے اور اسے اس ملک میں اس قدر پھیلایا کہ سندھ، شام اور عراق کا نمونہ بن گیا۔ عراق اور عرب کے سینکڑوں قبائل نے آکر سندھ میں سکونت اختیار کرلی اور یہاں کے باشندوں کے ساتھ اس قدر اختلاط بڑھایا کہ دونوں میں امتیاز کرنا اجنبی کے لیے دشوار ہوگیا۔

ابن قوقل جب سندھ آیا تو دیکھا کہ یہاں کے ہندو مسلمان دونوں کی ایک سی معاشرت ہے۔ دونوں ایک زبان بولتے ہیں۔ سندھ میں عربی ہندی بولی جاتی ہے، اور ملتان میں ملتانی اور فارسی کا رواج ہے۔ [۱]

سندھیوں نے عربی زبان سیکھی اور مسلمانوں نے سندھی زبان ـــ مسلمانوں کا اس قدر اثر پڑا کہ سندھی زبان میں عربی الفاظ کثرت سے داخل ہوگئے اور وہ عربی خط میں لکھی جانے لگی۔

اسلامی حکومت کے قیام کا یہ اثر ہوا کہ سندھ اور عرب کے تعلقات بڑھ گئے۔ کثرت سے عرب سیاح برصغیر پاک وہند آئے اور یہاں کے حالات اپنی کتابوں میں قلم بند کیے اور آج وہی ماخذ ہیں جن سے اس عہد کے حالات معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

سندھ قدیم ہندوستانی اور عربی تمدن کی درمیانی کڑی بن گیا۔ خلافت بنوامیہ سے بنوعباس میں ۱۳۲ھ میں منتقل ہوئی اور کچھ عرصہ کے بعد دمشق کے بجائے بغداد دارالخلافہ بن گیا تو عربوں کا نیا دارالسلطنت سندھ کے قریب ہوگیا اور ہارون الرشید اور اس کے مشہور برمکی وزراء کو (جو بلخ کے بدھ مت کی خانقاہ کے سب سے بڑے پجاری کی نسل سے تھے) یہ موقع مل گیا کہ علم ہندسہ، طب، نجوم اور ادب کے متعلق ہندوستانی وسائل سے فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ بیسیوں ہندوستانی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا گیا۔ عرب وہند کے اتحادِ باہمی کی ایک صورت تصوف میں بھی ظاہر ہوئی۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ خاص اہمیت رکھتا ہے کہ طبقۂ اولیٰ کے شہرۂ آفاق اور با اثر صوفی حضرت بایزیدؒ کے

---

[۱] اردوئے قدیم ـ حکیم سید شمس الہدیٰ قادری

مرشد ایک سندھی[۱] بزرگ تھے۔ "نفحات الانس" میں مولانا جامیؒ حضرت بایزیدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ

"میں نے علم وفن اور توحید بوعلی سندھیؒ سے سیکھی اور اسلامی توحید بوعلیؒ نے مجھ سے سیکھی"۔[۲]

علامہ سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس زمانہ کے مسلمانوں میں صرف دینی اور ادبی علوم رائج تھے یعنی قرآن، تفسیر حدیث، فقہ اور شعروادب۔ چنانچہ سندھ کے نومسلموں نے ان فنون میں کامل دستگاہ پیدا کی۔ رجال کی کتابوں میں سندھ کے متعدد علماء اور محدثین کے نام ملتے ہیں"۔[۳]

مولانا ابوظفر ندوی لکھتے ہیں کہ

"سندھی علماء میں سب سے پہلا نام مولانا اسلامی کا لیا جاسکتا ہے۔ یہ دیبل کے رہنے والے تھے۔ محمد بن قاسم کے عہد میں مسلمان ہوئے اور سفارت کے عہدہ پر ممتاز ہوکر راجہ داہر کے یہاں گئے۔ (تاریخ سندھ)

۲۷۰ھ / ۸۸۳ء میں ایک غیرمسلم راجہ نے جس کا نام عرب مورخین نے مہروک بن رائک لکھا ہے، سندھی زبان میں اسلامی تعلیمات قلمبند کرائیں۔ وہ ان سے متاثر ہوا۔ پھر وہ سندھی زبان میں قرآن مجید لکھوا کر پڑھتا رہا اور دل سے اسلام لے آیا لیکن سلطنت کے زوال کے خطرے سے اس نے اسلام کا اعلان نہیں کیا۔ عبادت کے لیے ایک علیحدہ عمارت بنوائی اور اس میں عبادت وریاضت میں مشغول رہنے لگا۔ یہ مسلمانوں کی پہلی تصنیف سندھی زبان میں تھی۔ قرآن کا یہ ترجمہ سورۂ یٰسٓ تک مکمل ہوا تھا۔[۴]

---

[۱] بوعلی سندھی۔ حضرت جامیؒ نے پاک وہند کے چھ سات صوفیاء کے ذکر کرنے کے باوجود آپ کا ذکر ضروری سمجھا۔ [۲] ثقافت پاکستان صفحہ ۲۹۶، ۲۹۷

[۳] مقالات سلیمان حصۂ اول صفحہ ۲۳ [۴] عجائب الہند، پیام امین

ابونصر سندھی کا نام فتح بن عبداللہ ہے، آل حکم کے غلاموں میں تھے۔ آزادی کے بعد حدیث، فقہ اور علم الکلام کی تعلیم حاصل کی۔

شیخ ابوالقاسم شعیب بن محمد معروف بہ "ابن ابی قطعان دیبلی" چوتھی صدی کے محدثین میں سے تھے۔ مصر میں وارد ہوئے۔ وہاں کے محدثین نے ان سے روایتیں لیں۔

قاضی عبدالکریم سمعانی (المتوفی ۵۶۳ھ) نے ان محدثین کا ذکر کیا ہے جو دیبل میں گزرے ہیں۔ ان کی مشہور کتاب "الانساب" میں سندھ، دیبل، منصورہ اور لاہور کے کئی بزرگوں کے مختصر حالات درج ہیں۔ مثلاً ابومعشر نجیح سندھی جو نومسلم تھے اور مدینہ منورہ میں مدت تک رہنے کی وجہ سے مدنی کہے جاتے تھے اپنے زمانے میں فن مغازی و سیَر کے امام تھے۔

محدثین میں شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن عبداللہ دیبلی سندھی اور شیخ علی بن موسیٰ دیبلی کے نام قابل ذکر ہیں۔

شیخ ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیبلی مکہ معظمہ میں سکونت پذیر تھے۔ یاقوت حموی اور سمعانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ انھوں نے ابن عُیینہ کی کتاب التفسیر شیخ عبداللہ سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی سے روایت کی۔ اسی طرح ابن مبارک کی مشہور کتاب ابوعبداللہ حسین بن حسن مروزی سے روایت کی ہے۔

ابومحمد عبداللہ بن جعفر منصوری کو علوم قرآن میں مہارت حاصل تھی۔ "مقری" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ حاکم نے ان کی روایتیں "مستدرک" میں لی ہیں۔

مشائخ طریقت میں شیخ ابوالعباس احمد بن عبداللہ دیبلی کا اسم گرامی سرفہرست آسکتا ہے۔ نیشاپور میں قیام اختیار کیا اور رشد و ہدایت اور علم و فن کی خدمت انجام دیتے رہے۔

زہاد و صالحین میں شیخ ابوالعباس محمد بن محمد عبداللہ وراق دیبلی کا اسم گرامی ہے۔ "زاہد" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔

دینی درس و تدریس نے جہاں محدثین پیدا کیے، وہاں عربی ادب کے ماہر ابوالعطاء سندھی (افلح بن یسار) جیسے شاعر پیدا کیے۔

ہارون بن عبداللہ ملتانی بنو ازد کے موالی میں سے تھے۔ شعر و شاعری کا ذوق تھا۔ ابو ضلع سندھی ایک ممتاز شاعر تھے۔ عربی زبان میں ہندوستان کی تعریف میں غالبًا سب سے پہلی نظم انھی کے قلم سے نکلی جس میں اس نے ہندوستان کی خوبیاں ذکر کی ہیں۔

منصور ہندی ایک غلام تھے۔ جن کو علمی ذوق تھا۔ انھوں نے شعر و ادب کی ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کا ذکر ابن ندیم نے کیا ہے۔

گاہ گاہ عرب کے شعراء سندھ آتے۔ چنانچہ ابو تمام کا ہمعصر مشہور شاعر ابو عبادی ولید بن عبید البحری متوفی ۲۸۴ھ سندھ آیا۔ (معجم البلدان) اور اس نے عرصہ تک ملتان میں قیام کیا۔

مولانا عبدالقدوس ہاشمی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

"ہمیں دوسری صدی ہجری کی ابتدا ہی سے سندھی علماء رواۃ حدیث اور عربی شعراء کے نام تاریخی روایات اور کتب علم الرجال میں ملتے ہیں .... حتیٰ کہ ایک زمانہ وہ بھی آیا جب ایک شہر ٹھٹہ میں سات سو مسند نشینانِ فقہ درس و تدریس اور قضاء و افتاء میں مشغول نظر آتے ہیں۔" (فکر و نظر جون ۷۱ء)

سندھ اور ملتان کی حکومتوں کے دور میں ممتاز اہل علم پیدا ہوئے جنھوں نے مختلف علوم — حدیث، فقہ، نحو، ادب اور شعر و شاعری میں تبحر حاصل کیا اور ہندوستان کے بالائی حصہ میں علم کی روشنی پھیلائی۔ یہ دور عالم اسلامی میں علم حدیث کی اشاعت و فروغ کا تھا۔ اس لیے ہندوستان میں بھی ممتاز محدثین پیدا ہوئے اور انھوں نے اپنے علم کے سرچشموں سے برصغیر پاک و ہند کو سیراب کیا اور وہ دنیائے اسلام کے مختلف علمی مرکزوں کی روایتیں برصغیر میں لائے اور یہاں کی بعض روایتوں کو عالم اسلامی میں لے گئے۔

مقدسی (متوفی ۳۹۱ھ) اور ادریس (متوفی ۵۶۰ھ) کے بیان کے مطابق ہندو اور مسلمان دونوں نہایت ہی شائستہ شہری تھے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلاط اور

میل جول سے اسی زمانہ میں "ہندی اسلامی تمدن" کی آمیزش ہوئی اور نیا تمدن پیدا ہوا اور اسی طرح سندھی عربی ملنے سے ایک نئی زبان کی داغ بیل پڑی جو آگے چل کر ہندوستانی تمدن اور ہندوستانی زبان کے نام سے موسوم ہوئی۔

(عہد اسلامی کا ہندوستان)

ملک سندھ پر پورے چالیس سال خلفائے بنی امیہ کی حکومت رہی۔ ان کے بعد نوے سال تک خلفائے عباسیہ کی شہنشاہی میں ۲۲۵ھ سے ۲۵۰ھ تک سندھ پر چھوٹے چھوٹے رئیس قابض رہے لیکن خلیفہ بغداد کو اپنا آقا تسلیم کرتے رہے۔

خلیفہ (۲۳۲ھ تا ۲۴۳ھ) کے عہد میں حجازیوں کے سردار عمر بن عبدالعزیز ہباری نے اپنی خود مختار حکومت قائم کرلی اور وہی سندھ میں "ہباری سلطنت" کا بانی تھا۔ ہباریوں کے دورِ حکومت میں بھی سندھ میں خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔

اس زمانہ میں برصغیر پاک و ہند سے مرکزی حکومت بغداد کے گوناگوں تعلقات استوار رہے، خصوصاً یہاں کے اطباء اور وید بغداد بلائے گئے اور ممتاز عہدوں پر سرفراز رہے۔ [۵]

سادھو ٹی۔ ایل۔ وسوانی (سندھی) کا بیان ہے کہ

"خلفائے بغداد کے کارناموں پر ہر مسلمان کی طرح ہر سندھی بھی فخر کرسکتا ہے کیونکہ عباسی دربار کی علمی زندگی میں سندھیوں کو بھی حصہ ملاتھا۔"

ابن دھن ہندی برصغیر کے ممتاز اطبا سے تھا۔ بغداد میں برامکہ کے شفاخانہ کا ناظم تھا۔ اس نے طب کی متعدد کتابوں کا ترجمہ کیا۔ برصغیر کا دوسرا ممتاز حکیم منکہ تھا۔ ہارون الرشید جب ایک سخت مرض میں مبتلا ہوا تو اسے علاج کے لیے بلایا گیا تھا۔ ہارون اس کے علاج سے تندرست ہوگیا۔ خلیفہ نے منکہ کو گوناگوں انعامات سے مالامال کردیا۔ منکہ کے تصنیفی کارناموں میں کتاب ہے۔ ہندی (سندھی) الفاظ کی عربی

---

[۵] عہدِ اسلامی کا ہندوستان

میں لغت اور عشر مقالات ہیں جو اس نے یحییٰ بن خالد برمکی کی فرمائش پر لکھے [51]

۲۵۶ھ سے ۲۶۵ھ تک یعقوب بن لیث صفاری کی سیادت رہی۔ اس کے بعد کسی شاہنشاہ کے اثر سے سندھ بالکل آزاد ہوگیا۔ مُلتان اور منصورہ کی دو وسیع خودمختار اسلامی ریاستیں قائم ہوگئیں۔ ان کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی اِسلامی ریاستیں قائم ہوگئی تھیں۔ مسلمانوں کی نا اتفاقی سے فائدہ اٹھا کر ہندو راجاؤں نے بہت سے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ ملتان اور منصورہ خود مختار ریاستیں مسلمانوں کے قبضے میں رہیں۔

قرامطہ نے ۳۴۶ھ میں منصورہ ریاست کا خاتمہ کردیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ سندھ کے اندر اسلامی حکومت کا گویا خاتمہ ہوگیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ امیر ناصرالدین سبکتگین نے غزنی میں اپنی ایک الگ سلطنت قائم کرلی تھی۔

سبکتگین کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا محمود غزنوی تخت نشین ہوا۔ اور برصغیر پاک وہند پر سترہ حملے کیے اور ۴۱۹ھ/۱۰۲۷ء میں سندھ اور ملتان براہ راست اس کے قبضے میں آگئے۔

غزنیوں کے خاتمہ کے بعد غور خاندان کا عروج ہوا اور سلطان شہاب الدین ابن سام غوری نے ۵۷۱ھ/۱۱۷۵ء میں سندھ اور ملتان پر قبضہ کیا۔ اس نے اپنے غلام ناصرالدین قباچہ المعزی کو سندھ کی سربراہی بخش دی۔ سلطان محمد غوری کے انتقال کے بعد قباچہ نے سندھ اور ملتان میں اپنی بادشاہی کا اعلان کیا اور بائیس برس تک وہاں حکومت کرتا رہا۔ اس کا عہد نہایت احسن اور روشن تھا۔

قباچہ ایک بہادر، بیدار مغز اور علم پرور حکمراں تھا۔ مُغلوں کے فتنہ کی وجہ سے خراسان، غور اور غزنہ کے علماء آکر اس کے دربار میں جمع ہوگئے تھے، جن کا بڑا قدرداں تھا۔ [52]

---

[51] نزہتہ الخواطر جلد اول۔ [52] دیباچہ فتح نامہ سندھ (ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

قباچہ کے عہد میں ملتان ایک بڑا مذہبی، علمی اور ثقافتی مرکز بن چکا تھا۔ سہروردیہ اور چشتیہ سلسلے کے صوفیاء و مشائخ یہاں شریعت و طریقت کی شمع روشن کیے ہوئے تھے۔ مقامی علماء کے علاوہ باہر سے آئے ہوئے علماء اور ادباء نے بھی یہاں علم و ادب کی مجلسیں گرم کی تھیں۔ چنانچہ اس عہد کے ملتان کا ذکر کرتے ہوئے "سیر الاولیاء" کے مصنف نے لکھا ہے کہ

"اس زمانے میں ملتان عالم اسلام کا "قبۃ الاسلام" کہلاتا تھا، جہاں علماء کے گروہ موجود تھے۔"

اُچ اور ٹھٹھ بھی اس وقت صوفیاء و مشائخ اور علماء و فضلاء کے بہت بڑے مرکز تھے۔

یہ شیوخ اور اکابر خانقاہوں، مسجدوں اور نجی مدارس کے علاوہ حکومت کی سرپرستی میں دو مدرسوں کا تذکرہ آتا ہے۔ جب مولانا قطب الدین کاشانی ماوراء النہر سے ہجرت کرکے ملتان آئے تو قباچہ نے ان کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا جس میں وہ خود درس دیتے تھے۔ (بزم مملوکیہ) مدرسہ کی یہ عمارت پاک و ہند میں پہلی عمارت تھی۔

(عہد اسلامی کا ہندوستان)

اس سلسلہ میں مولانا نور احمد فریدی کا بیان ہے کہ

"سلطان ناصر الدین قباچہ حضرت غوث العلمین (حضرت بہاء الدین زکریاؒ) کے بے پناہ اثر و نفوذ کو اپنی حکومت کے لیے مستقل خطرہ خیال کرتا تھا۔ اس نے سوچ بچار کے بعد کاشان کے علامہ قطب الدینؒ کو ملتان آنے کی دعوت دی۔ وہ بھی فقراء و مشائخ کے چنداں معتقد نہ تھے۔ علامہ بڑی شان و شوکت سے ملتان میں داخل ہوئے۔ حکومت نے جامع مسجد کے ساتھ مدرسہ تعمیر کرایا اور مولانا اس کے شیخ المدارس مقرر ہوئے، قباچہ ان کا بڑا ادب کرتا تھا۔"

(حضرت بہاء الدین زکریاؒ۔ صفحہ ۱۱۸)

قباچہ کے عہد میں اوچ تعلیم و تدریس کا بڑا مرکز تھا۔ "مدرسہ گازرونی" اور "مدرسہ

فیروز" قائم تھے۔ گازرونی کے مدرسہ میں ڈھائی ہزار طالب علم تعلیم پاتے تھے۔" لے

صاحب نزہۃ الخواطر تحریر فرماتے ہیں کہ

"قاضی عثمان بن محمد جوزجانی ملقب بہ شیخ منہاج الدین مصنف ۲۶ رجمادی الاول ۶۲۴ھ/۱۲۲۷ کو شہر اوچ میں داخل ہوئے، اور سندھ کے بادشاہ ناصرالدین قباچہ کے مقربین میں شامل ہونے کا موقعہ مل گیا۔ جس کی وجہ سے انھیں "مدرسہ فیروزیہ" کی مدرسی تفویض ہوئی۔ (جلد اول)

چھ ماہ بعد ذی الحجہ میں مشہور دارالعلوم "مدرسہ فیروزی" ان کے سپرد ہوا۔ (مخدوم جہانیاں جہاں گشت)

اُچ (جو بہاول پور اور علی پور کے درمیان واقع ہے) فارسی ادب کا ایک نیا مرکز بن گیا۔ (ثقافت پاکستان)

جناب شیرانی کا بیان ہے کہ

"ناصرالدین قباچہ نے ۶۲۵ھ تک حکومت کی اور عوفی آخر وقت تک اس کے ساتھ رہا۔ اس زمانے میں جو ۶۱۷ھ اور ۶۲۵ھ کے درمیان گزرا اس نے نہ صرف اپنی پہلی کتاب "لباب الالباب" مکمل کر کے قباچہ کے وزیر عین الملک فخرالدین الحسین بن شرف الملک رضی الدین ابی بکر الاشعری کے نام نذر کی، بلکہ نصیرالدین قباچہ کے حکم سے اپنی دوسری کتاب "جوامع الحکایات ولوامع الروایات" کی تالیف وترتیب بھی شروع کردی تھی۔ وہ اپنی اس تالیف میں مشغول تھا کہ ۶۲۵ھ میں سلطان شمس الدین التمش نے سندھ پر لشکرکشی کی اور اُچ کا محاصرہ کرلیا۔

"لباب الالباب" اور "جوامع الحکایات" جیسی اہم کتابیں بھی اسی دوران میں مرتب کیں۔ اول قاضی ابی علی المحسن بن علی بن محمد بن داؤد التنوخی المتوفی ۳۸۴ھ کی

لے تاریخ اوچ صفحہ ۶۹ بحوالہ مخدوم جہانیاں، جہاں گشت۔ پروفیسر محمد ایوب قادری

کتاب "الفرج بعد الشدۃ" جس کا عوفی نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ بھی نصیرالدین قباچہ کے نام منسوب ہے۔[1]

دوسری (نامعلوم) کتاب "مدائح السلطانی" ہے۔ یہ کتاب غالباً قصائد کا مجموعہ ہوگی۔

"چچ نامہ" کا جو مسلمانوں کی فتح سندھ کی تاریخ ہے۔ قباچہ کے عہد میں عربی سے فارسی میں ترجمہ ہوا۔ مترجم علی کوفی نے فارسی ترجمہ "فتح نامہ" کو قباچہ کے وزیر فخرالدین الحسین کے نام سے منسوب کیا ہے۔

صاحب نزہۃ الخواطر تحریر فرماتے ہیں کہ

"عالم اجل علی بن الکوفی ۶۱۳ھ میں بھکر اور الور تشریف لے گئے۔ قاضی اسمٰعیل بن محمد بن موسٰی طائی کے پاس چند اجزا تھے جن میں عربی زبان میں سندھ کی تاریخ اور مسلمانوں کی جنگوں کا تذکرہ مرقوم تھا۔ آپ نے قاضی صاحب سے یہ اجزا حاصل کرکے ان کو فارسی میں ڈھالا اور وزیر عین الملک کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ کتاب "خدا بخش لائبریری پٹنہ" میں موجود ہے۔" (جلد اول)

۶۲۵ھ / ۱۲۲۷ء میں قباچہ کا انتقال ہوا۔ اس کے مرنے کے بعد ہی اُچ کی ادبی شان و شوکت رخصت ہوگئی۔

---

[1] اردو ترجمہ جوامع الحکایات ولوامع الروایات۔ مطبوعہ ۱۹۴۳ء